اسلامی شریعت کی رو سے جنگی حدود و قیود اور عسکری اصلاحات کا جائزہ

Review of war limits and restrictions and military reforms according to Islamic Shari'ah

حافظ عبدالماجد انصاری*		وقار احمد**		ناہیدہ بی بی***

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/

Received: December 18,2022
Accepted: December 22, 2022
Published: December 30,2022

Abstract

No conscious human being in the world wants war. However, in some cases war is inevitable. Because of which people have to fight. Because of which people have to fight. Different nations have some rules and guidelines regarding war which they consider an integral part of war, Islam has given humanity the most comprehensive laws and rules of war, Therefore, the causes of war are also mentioned in detail in Islamic teachings and the things that need to be taken care of during the war are also explained. These laws of war are described in detail in the Qur'an and Sunnah. And Muslims are urged to follow them. This article first discusses the aims of war according to Islamic teachings. Later, the principles and rules of war and the limits and restrictions are explained in detail. And finally, the results of the research are mentioned.

Keywords: Islamic Teachings, War, Limits, Aims and causes of war.

تمہید

کوئی ذی عقل و باشعور انسان جنگ کو اچھا نہیں سمجھتا اور نہ لڑائی جھگڑے کا خواہش مند رہتا ہے، البتہ بعض صورتوں میں جنگ ناگزیر ہوتی ہے جس سے پہلو تہی کرنا دانش مندی نہیں ہوتی۔

* لیکچرر سلیم نواز فضائیہ کالج مسرور بیس کراچی
** پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان
*** ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ ملاکنڈ، چکدرہ، دیر لوئر

اگرچہ دنیا کے بعض مذاہب میں جنگ کو سرے سے برا اور غلط کہا گیا ہے اور بہر صورت جنگ سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ بائبل میں برائی کا مقابلہ کرنے کے ضمن میں مبالغہ آمیز حد تک زور دیتے ہوئے کہا گیا ہے: "کسی شر پسند کے ساتھ برابری نہ کرنا، بلکہ اگر کوئی شریر تمھارے سیدھے رخسار پر تھپڑ مارے تو تم دوسرا بھی اس کے سامنے کر دے۔"[1]

اسی طرح بدھ مت کی تعلیمات میں بھی جنگ و جدال کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان مذاہب کے پیروکاروں نے کبھی ان اصولوں کی پیروی نہیں کی، چنانچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی عیسائی مملکت پر حملہ ہوا ہو اور انہوں نے بغیر لڑائی اور جنگ کے وہ ملک حملہ آور قوم کے حوالہ کیا ہو یا بدھ مت کے نام لیواوں نے کسی پر مظالم نہ ڈھائے ہوں۔ ماضی قریب میں برما کے مسلمانوں پر بدھ مت کے پیروکاروں کی طرف سے بلاوجہ مظالم کی جو داستان رقم کی گئی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ جس میں نہ حدود کی رعایت رکھی گئی اور نہ ہی جنگ کرنے والوں نے کوئی عار محسوس کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعض مذاہب کی مقدس کتابوں میں طاقت کے استعمال کی مخالفت کی گئی ہے اور اسے ان مذاہب کے نام لیوا بطورِ فخر کے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، لیکن کبھی انہوں نے ان اصولوں پر عمل نہیں کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ عمل کی دنیا میں یہ اقوام بھی اسلام کے تصورِ جنگ پر عمل پیرا ہیں۔

سب سے پہلے اگر کسی نے دنیائے عالم کو جنگ کے قواعد و قوانین اور حدود و قیود سے روشناس کرایا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ اسی طرح جنگ کے اسباب کی جو تشریح اسلامی تعلیمات میں ملتی ہے اس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ اسلامی شریعت میں جنگ کو مخصوص اسباب وعلل کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور جنگ کی نوبت آنے پر مکمل آزادی نہیں دی بلکہ نہایت محتاط، کڑی اور منضبط شرائط مقرر کر کے جنگی مظالم کا خاتمہ کیا ہے۔ اسلام نے جس معاشرے سے جنگی قوانین اور حدود و قیود کا آغاز کیا اس معاشرے میں جنگ نہ کوئی بری چیز تھی اور نہ ہی اس کے کچھ حدود مقرر تھے، بلکہ ان لوگوں کے ہاں جنگ کے لئے معمولی بہانے درکار ہوتے تھے ادنیٰ سی بات پر سالہا سال تک لڑائی جھگڑے جاری رہتے، اور ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن جاتے۔

حربِ بسوس جو عرب کی مشہور لڑائی ہے، یہ لڑائی بکر اور تغلب قبیلے کے درمیان چالیس سال تک جاری رہی، جس کی بنیاد یہ تھی کہ کلیب نے بسوس نامی عورت کی اونٹنی کے تھن کاٹ دیئے تھے۔[2] اس سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہے کہ اسلام نے ایک ایسے معاشرے کو قوانینِ جنگ سے متعارف کروایا جس میں قانون نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

مسلمان مصنفین اور اربابِ قلم نے زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح اسلامی نظامِ جنگ اور اس کے اصولوں اور قواعد پر بھی روشنی ڈالی ہے، محدثین کرام نے کتبِ احادیث میں اس موضوع پر احادیث جمع کی ہیں، جبکہ مفسرین نے بھی قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے اس موضوع پر بحث کی ہے، اس حوالے سے جو بنیادی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی "نظام السلم والحرب فی الاسلام" اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کی کتاب "اسلام کا قانون بین الممالک" کو اہم مقام حاصل ہے، تاہم اردو زبان میں اس موضوع پر مستقل کام کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی شریعت کی نقطہ نظر سے جنگی حدود و قیود کی بنیادوں کو زیرِ بحث لایا جاسکے، زیرِ نظر آرٹیکل میں قرآن و سنت اور فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں اس حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

مقالے کا منہج:

سب سے پہلے جنگ کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کی گئی ہے، جس سے یہ ثابت ہو کہ اسلام امن و سلامتی کا درس دینے والا ہے، اس کے بعد اسلامی تعلیمات کی رو سے جنگ کے مقاصد و اہداف کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، اور بعد میں قرآن و سنت کی روشنی میں جنگی حدود و قیود اور عسکری اصلاحات پر بحث کی گئی ہے۔

اسلام کا تصورِ جنگ:

اسلام امن و امان اور سلامتی کا دین ہے، اور دنیا میں امن و سلامتی کا حکم دیتا ہے۔ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے مومن کی بنیادی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: "المومن من امنه الناس علی دمائھم واموالھم۔"[3] "مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جان و مال امن میں رہیں۔"

امن اور سلامتی والا مذہب ہونے کے ناطے اسلام نے پوری دنیا کو امن کی تعلیمات دے کر دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے عملی اقدامات کئے ہیں۔ البتہ اس میں بھی شک نہیں کہ بعض اوقات قیامِ امن کے لئے جنگ کی ضرورت پڑتی ہے جس طرح علاج کے لئے بعض اوقات آپریشن کی نوبت آتی ہے اگرچہ عام حالات میں آپریشن کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے مگر ضرورت کے موقع پر ناگزیر ہوتا ہے۔ یہی صورتحال اسلام میں جنگ کا بھی ہے۔ اسلام نے نہ تو جنگ کو مطلقاً منع کیا ہے اور نہ ہی اس کو مطلق العنان چھوڑا ہے، بلکہ دین وملت کی حفاظت کی خاطر نہ صرف جنگ کی اجازت دی ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس کو لازم اور ضروری بھی قرار دیا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اس زمین سے فتنے فساد کا خاتمہ ہو، اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ البتہ شریعتِ مطہرہ نے جنگ کے لئے قوانین اور حدود و قیود مقرر کر رکھے ہیں، تاکہ جنگ اخلاقی اور قانونی حدود کے اندر رہے اور بلاوجہ کسی کو تکلیف اور ایذا نہ پہنچے۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر شریعت نے جنگ کو جہاد کا مقدس نام دیا ہے، جو ایک دینی فریضہ اور شرعی حکم ہے، اور اس کی اپنی شرائط اور حدود ہیں، جن کا احاطہ ایک مضمون میں ناممکن ہے، تاہم اس کی ایک جھلک یہاں ذکر کی جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے جنگ کا مقصد:

اسلامی تعلیمات کی رُو سے جنگ کا مقصد مملکت کی توسیع، دوسروں کے املاک پر ناجائز قبضہ، لوگوں پر مظالم ڈھانا اور مخالفین کے دیار وبلاد کو نیست ونابود کرنا نہیں ہے، بلکہ جہاد ایک اعلیٰ وارفع مقصد کی خاطر کیا جاتا ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ ہے، یعنی دنیا میں اس کے خالق ومالک کا دین سربلند رہے اور اس کے قوانین نافذ رہیں، الٰہی قوانین کے لئے کوئی خطرہ نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے تابعدار بندے اس کے احکام کے مطابق آزادی سے زندگی گزار سکیں۔ امام شاطبیؒ اسلام کے فلسفہ جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "**الجهاد موضوع لإعلاء كلمة الله، وإن أدى إلى مفسدة في المال أو النفس**"[4] "جہاد کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی ہے اگرچہ اس ضمن میں مال اور جان کو نقصان پہنچتا ہے۔"

اس سے واضح ہوا کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جنگ مقاصدِ شرعیہ میں سے نہیں ہے بلکہ اسباب اور وسائل کے قبیل سے ہے اسی وجہ سے فقہاءِ اسلام نے اس کو حسن لغیرہ کہا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن امیر حاجؒ لکھتے ہیں:"(ما) حسن (لغيره) حال كونه (غير ملحق) بما حسن لنفسه (كالجهاد والحد وصلاة الجنازة) فان حسنها (بواسطة الكفر) أي كفر الكافر كما في الجهاد لان فيه اعلاء كلمة الله وكبت اعدائه"[5]"جہاد، حدود اور نمازِ جنازہ وغیرہ حسن لغیرہ کی وہ قسم ہے جو حسن لذاتہ کے ساتھ ملحق نہیں ہے، کیونکہ جہاد کا حسن اس وجہ سے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اس کے دشمنوں کی سرکوبی ہے۔"

قرآن کریم نے مختلف مقامات پر مختلف اسالیب میں جنگ کی اجازت دی ہے، بعض جگہوں میں صرف اجازت کی حد تک جبکہ بعض مقامات پر تاکیدی حکم کے طور پر۔ ساتھ ساتھ قرآن کریم نے جہاد کے مصالح اور حکمتوں کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے:"اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے خاتمہ نہ کرتے تو عبادت گاہیں، گرجے، مذہبی عبادات کے مراکز اور مساجد جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے، تباہ وبرباد کردی جاتیں[6]۔"

یعنی جن مقامات پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوتا ہے، اور جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لیا جاتا ہے ان مقامات کا تحفظ جہاد کے مقاصد میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے جہاد ایک ضرورت ہے، اور ظاہر ہے کہ ضرورت کو برا نہیں کہا جا سکتا ہے، بلکہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مضبوط دفاعی قوت کا حصول شریعت کی نظر میں ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴾"[7]"(اور اے مسلمانو!) کفار کے مقابلے کے لئے جو قوت اور طاقت تم سے بن پڑے وہ مہیا کرو۔ اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے (تیار رکھو)، تاکہ تم اپنی دھاک بٹھاسکو، اس (سامان حرب وضرب) کے ذریعے (ان ابناء کفر وباطل) پر جو کہ دشمن ہیں اللہ کے، اور دشمن ہیں تمہارے، اور ان کے علاوہ ان دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے،

مگر اللہ جانتا ہے ان سب کو، اور یاد (رکھو کہ) جو کچھ بھی تم لوگ خرچ کروگے اللہ کی راہ میں وہ پورا پورا لوٹایا جائے گا تمہاری طرف، اور تم پر کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔"

آیت مذکورہ کی روشنی میں مسلمانوں کی حکومتوں پر یہ واجب بنتا ہے کہ وہ جدید سے جدید اسلحہ بمطابق وقت واحوال تیار کریں، اور ان کے لئے فیکٹریاں قائم کریں، اس لئے کہ قرآن کا یہ حکم ابدی ہے تا قیامت احوال وظروف کے مطابق اس پر عمل واجب ہے، جو دشمنانِ اسلام جنگ کے لئے اسلحہ تیار کریں ان کے مقابلے کے لئے ان سے بہتر اسلحہ بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔[8]

مشہور حنفی فقیہ امام سرخسیؒ جہاد کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"جہاد کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان امن سے رہیں، اور دینی ودنیوی مصالح حاصل کر سکیں۔[9]"

اس ارشاد کی روسے اسلامی جنگ کے تین مقاصد ہیں:

1: مسلمان امن وسلامتی کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

2: اہل اسلام کے مذہبی مقاصد پورے ہو رہے ہوں اور ان میں کسی قسم کی رکاوٹ غیروں کی طرف سے نہ ہو۔

3: مسلمانوں کے دنیوی مصالح اور فوائد حاصل ہو رہے ہوں۔

اگر ان مقاصد میں سے کسی مقصد کے حصول میں کوئی رکاوٹ درپیش ہو تو اس کو دور کرنا اسلامی ریاست اور مسلمانوں کے ذمے لازم ہے اگر وہ رکاوٹ پُر امن طریقے سے دور ہو سکے تو بہتر ہے لیکن اگر اس کو دور کرنے میں طاقت کے استعمال کی ضرورت پڑے، جنگ کی نوبت آجائے تو جنگ کرنا بھی ضروری ہو گا۔

جنگ میں حدود وقیود اور عسکری اصلاحات شرعی نقطہ نظر سے:

شریعت میں جہاں جنگ کو ضرورت قرار دیا گیا ہے اور اس کے لئے مطلوبہ قوت وسامان کا حصول لازمی قرار دیا گیا ہے وہاں اس کے لئے بڑے اہم حدود وقیود بھی مقرر فرمائے ہیں اور جنگی نظام کو بھی اخلاقیات پر عمل کرنے پابند بنایا ہے، جاہلیت میں اپنے دشمن کے ساتھ ہر قسم ظلم وزیادتی کو روا رکھا جاتا تھا، معمولی معمولی باتوں پر مخالف کے نہ صرف قتل کی اجازت ہوتی تھی بلکہ قتل کے بعد اس

کے اعضاء کاٹنے تک کو اپنا حق سمجھتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر سالہا سال تک جنگ جاری رکھنا ان کا معمول تھا۔ عرب کی مشہور جنگ حربِ بسوس جو چالیس سال تک جاری رہی، جس کا سبب یہ تھا کہ کلیب بن ربیعہ کے پاس سے جساس بن مرۃ کے اونٹ گزر رہے تھے تو انہوں نے ان میں سے ایک اونٹنی کو تیر مارا تھا، جو کہ بسوس کی اونٹنی تھی، جس کے جواب میں کلیب اور اس کے ساتھی عمرو بن الحارث نے کلیب پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا تھا۔

مسلمانوں کی جنگ کا مقصد دینِ الٰہی کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے احکام پر عمل کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:"ایک شخص رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: ایک شخص مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے، اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے تاکہ لوگ اس کی بہادری کا تذکرہ کرتے رہیں، اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے تاکہ اس کی عظمت لوگوں کو معلوم ہو جائے ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے؟ (یعنی کون صحیح مجاہد اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنے والا ہے) رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔[10]"

یہاں رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے واضح فرمایا کہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح اور قابلِ تعریف لڑائی وہ ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دینِ الٰہی کی سربلندی ہو، اس کا مقصد نہ دنیوی مال و متاع کا حصول ہو، نہ شہرت وخود پسندی اور نہ ہی محض بہادری کے جوہر دکھانے ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ اس لڑائی میں جہاں نیت کی درستگی ضروری ہے وہاں طرزِ عمل کا ٹھیک ہونا بھی لازمی ہے اور حدود و قیود کی رعایت بھی ضروری ہے ورنہ یہ جہاد اور شرعی لڑائی نہیں کہلائے گی۔ ذیل میں اہم جنگی حدود و قیود کو شرعی نقطہ نظر سے بیان کیا جاتا ہے:

1: کلمہ گو کے قتل سے اجتناب:

اسلام میں چونکہ جنگ اور جہاد کا مقصد دینِ الٰہی کی سربلندی ہے اور اس راستے میں آنے والی رکاوٹوں کا سدِباب ہے، اسی لئے کسی مسلمان کے خلاف تلوار اٹھانے اور لڑائی کرنے کو شریعت نے

نہایت سختی سے منع کیا ہے، قرآن کریم نے مسلمان کے قتل کو انتہائی قبیح اور خطرناک عمل بتلایا ہے، یہاں تک کہ اس کی سزا خلود فی النار (جہنم میں ہمیشہ رہنا) مقرر فرمائی ہے اگرچہ مفسرین نے اس میں کچھ تاویلیں کی ہیں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے شخص کے لئے قرآن کریم کے الفاظ نہایت سخت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "﴿ومن یقتل مونا متعمدا فجزاءہ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ "[11]"اور جو کوئی کسی مسلمان کو قصداً جان سے مار دے تو اس کا بدلہ جہنم کا عذاب ہے اس میں وہ ہمیشہ کے لئے رہے گا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: «من حمل علینا السلاح فلیس منا»[12]"جس نے ہمارے (مسلمان کے) خلاف اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اگر کوئی شخص پہلے سے مسلمان نہ ہو بلکہ مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے آیا ہو اور دورانِ جنگ کلمہ طیبہ پڑھے یا یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس سے تعرض کرنا بھی منع ہے، اگرچہ اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ وہ مسلمانوں کے خوف سے زبانی مسلمان ہونے کا اقرار کر رہا ہے اور جان بچانے کے لئے حیلہ اختیار کر رہا ہے مگر اس کے باوجود شریعت نے اس کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے حَرُقات کی طرف لشکر بھیجا، دورانِ جنگ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کافر کو گھیر لیا۔ اس نے جب دیکھا کہ میں پھنس چکا ہوں تو اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ مگر اس کے باوجود حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سمجھ کر اس کو قتل کر لیا کہ یہ جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھ رہا ہے اور مسلمان ہونا اس کا مقصد نہیں ہے، جب رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو اس واقعے کا علم ہوا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا" آپ نے اس کے دل کو کیوں نہیں چھیرا تا کہ پتہ چلتا کہ اس نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں؟ قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے مقابلے میں کون تمہارا ساتھ دے گا؟[13]"

اسی کے متعلق قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی: "﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾"[14] "اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے سفر کرو تو خوب تحقیق کیا کرو اور جو شخص تمہارے سامنے اسلام پیش کرے اس کو یہ مت کہو کہ تم ایمان والے نہیں ہو۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں: "اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اسلام اور کفر کے معاملے میں آپ کو اشتباہ ہو تو اس کو قتل کرنے میں غور و فکر سے کام لو، اور جلد بازی سے کام نہ لو۔ صرف ان لوگوں کے قتل کا اقدام کرو جن کے بارے میں آپ کو یقینی معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے دشمن ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اسلام ظاہر کرے یا صلح کی صورت اختیار کرے کہ تم سے قتال نہ کرے یہ باور کراتے ہوئے کہ وہ آپ کی ملت اور دین پر ہے تو اس کو قتل نہ کریں۔"[15]

یہ ایسا اصول ہے کہ دیگر ادیان اور قوانین میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے کیونکہ جب کوئی شخص تلوار کے سامنے آجائے اور اس وقت کلمہ پڑھے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا مقصد اسلام لانا نہیں ہو تا بلکہ وہ محض جان بچانے کی خاطر ایسا کر رہا ہے، مگر اس کے باوجود شریعت نے ایسے شخص کے خلاف اقدام اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

2: اطاعتِ امیر:

شریعتِ اسلامیہ نے مسلمان حاکم اور امیر کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے اور جائز امور میں اس کی خلاف ورزی سے منع کیا ہے۔ جیسا حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: **"بايعنا رسول الله صلى الله عليه و سلم على السمع و الطاعة في المنشط والمكره وأن لا ننازع الأمر أهله وأن نقوم أو نقول بالحق حيثما كنا لا نخاف في الله لومة لائم"**[16]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت ہر شخص پر واجب ہے، اور حکمرانوں کی اطاعت اس لئے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت کا حکم

دیا ہے، جو شخص امیر کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر دے گا۔ اور جو شخص صرف اس وجہ سے امیر کی اطاعت کرے کہ اس کو کوئی عہدہ یا مال مل جائے چنانچہ جب حکمران کچھ دیتا ہے تو یہ اطاعت کرتا ہے ورنہ نافرمانی کرتا ہے تو اس انسان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔[17]"

جنگ اور جہاد کے لئے چونکہ تنظیم و ترتیب کی ضرورت عام حالات سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہاں امیر کی اطاعت اور بھی زیادہ لازمی ہو جاتی ہے، کیونکہ امیر کی اطاعت نہ کرنے کی صورت میں افراتفری اور نقصان کا زیادہ اندیشہ ہے اس لئے شریعت نے اس موقع پر امیر کی اطاعت کی بہت زیادہ تاکید کی ہے، تاکہ لشکر میں نظم وضبط برقرار رہے۔

3: غیر مقاتلین کے قتل کی ممانعت:

اسلام نے جنگ کے دوران بھی احتیاط کا حکم دیا ہے اور جنگ کرنے والوں کو کھلی چھوٹ نہیں دی کہ جو شخص جہاں بھی ملے اس کو قتل کیا جائے، بلکہ نہایت معتدل اور منصفانہ طرزِ عمل اپنایا ہے، چنانچہ ایسی عورتوں اور بچوں کے قتل سے شریعت نے منع کر رکھا ہے جو جنگ میں حصہ نہ لیتے ہوں۔ عبدالرحمٰن بن کعب اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں:"**أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعث إلى ابن أبي الحقيق نهاه عن قتل النساء والولدان.**"[18]رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے جب مجھے ابن ابی الحقیق کے قتل کے لئے روانہ فرمایا تو مجھے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔"

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک جنگ میں ایک مقتول عورت پائی گئی، جس کو رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے ناپسند فرمایا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔[19]

رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام مجاہدین کو بھیجتے وقت کچھ اہم ہدایات دیا کرتے تھے، جن میں چند یہ ہیں:"اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی ملت پر ہوتے ہوئے جاو، کسی بوڑھے شخص کو قتل مت کرو اور نہ کسی چھوٹے بچے یا عورت کو۔ مالِ غنیمت میں

خیانت نہ کرو۔ اپنی غنیمت اکٹھی کرو، صلح اور احسان کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔[20]"

زید بن وھب فرماتے ہیں کہ جہاد کے دوران ہمیں دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط بھیجا، جس میں یہ ہدایات درج تھیں:"مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو، بد عہدی سے بچو، کسی بچے کو قتل نہ کرو اور کاشت کاروں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔"[21]

بظاہر یہاں کاشت کاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے کسی کام میں مصروف ہوں اور مسلمانوں کے خلاف جنگ سے ان کو کوئی سروکار نہ ہو، کیونکہ یہ لوگ اپنے دنیوی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچارہے لہٰذا یہ آدمیت کی حیثیت سے معصوم الدم ہی سمجھے جائیں گے اور انہیں نہ قتل کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں کوئی تکلیف پہنچائی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:"كانوا لا يقتلون تجار المشـــركين."[22] صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشرکین کے تجار کو قتل نہیں کرتے تھے۔

علامہ ابن الہمامؒ عورتوں اور بچوں کے قتل نہ کرنے پر علماء امت کا اجماع ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:"وَمَا الظَّنُّ إِلَّا أَنَّ حُرْمَةَ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّـــبْيَانِ إِجْمَـــاعٌ."[23] "میرا خیال یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کے قتل کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔"

حاصل یہ کہ اسلامی شریعت نے جنگ میں بچوں، بوڑھوں، معذورین، اپاہج اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے[24]، اسی طرح ان لوگوں کے قتل سے بھی منع فرمایا ہے جن کا جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو اور وہ اپنے دنیوی کاموں میں مشغول ہوں بلکہ دورانِ جنگ بھی ان لوگوں کو مکمل تحفظ فراہم کرنے کی تلقین کی ہے، البتہ اگر کوئی بچہ، بوڑھا یا عورت جنگ میں کسی طرح ملوث ہو تو اس کے قتل کی اجازت ہے کیونکہ یہ بھی در حقیقت مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ علامہ زیلعیؒ اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"اگر ان (بوڑھوں، بچوں یا عورتوں) میں سے کوئی جنگ میں رائے رکھتا ہو یا بادشاہ ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو قتل کرنے میں ان کی قوت کی توڑ اور

مسلمانوں سے ان کے ضرر کا خاتمہ ہے۔ جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے درید بن الصمہ کے قتل کا حکم دیا تھا حالانکہ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔"[25]

اس کی وجہ یہ تھی کہ درید بن الصمہ صاحبِ رائے تھا، کفار کو جنگ کے متعلق مفید مشورے اور ہدایات دیا کرتا تھا اس لئے رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی شخص عملی جنگ میں حصہ لے یا لوگوں کو جنگ کے لئے ابھارے، یا مسلمانوں کی عزت و ناموس کی خبر گیری کرے، یا کفار ان کی رائے سے فائدہ اٹھائیں، یا اس کی بات مان کر عمل کریں تو انہیں قتل کیا جائے گا، کیونکہ حکماً یہ لوگ بھی قتال میں شریک ہیں۔[26]

حاصل یہ کہ اسلام نے کفار کے غیر مقاتلین کو مکمل تحفظ دیا ہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دی ہے، جب کہ عصرِ حاضر میں یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں جو قوانینِ جنگ پائے جاتے ہیں وہ نہایت سخت اور ناقابلِ عمل احکام پر مشتمل ہیں، اور ان میں مخالفین کے خلاف انتہائی سخت اقدامات اٹھانے کی ہدایت ملتی ہے، چنانچہ ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"جو قانون آج تورات اور یہودیوں کی مذہبی کتب میں موجود ہے وہ بڑا سخت ہے۔ مظال کے طور پر اس میں لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی جنگ یہودیوں اور غیر یہودیوں کے درمیان پیش آجائے اور مفتوحین ہتھیار ڈال دیں یا ان کو شکست ہو جائے یا وہ مصالحت کرنا چاہیں تو ان تینوں صورتوں میں مسئلے کو حل کرنے اور جنگ کو ختم کرنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ مفتوحین کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور منقولہ جائیداد کو مقاتلین میں تقسیم کیا جائے۔"[27]

4: مذہبی راہنماوؤں اور عبادت گزاروں کے قتل سے اجتناب:

اسلامی شریعت نے جنگ کے حوالے سے ایک اصول یہ بھی دیا ہے کہ دشمن کے لوگوں میں سے جو عبادت گزار اور مذہبی راہنما ہیں اگر ان کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے لئے رکاوٹ اور خطرہ نہیں بن رہے۔ ثابت بن حجاج کلابی فرماتے ہیں

کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:"**ألا لا يقتل الراهب في الصومعة**."[28]"غور سے سنو، کسی راہب کو اس کی عبادت گاہ میں قتل نہ کیا جائے۔"

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:"گرجے میں عبادت کرنے والے، پہاڑوں میں رہنے والے جو لوگوں سے میل جول نہ رکھتے ہوں، اور ایسے لوگ جو گھر یا کنیسہ میں عبادت کرتے ہوں اور وہاں انہوں نے دروازے بند کر رکھے ہوں انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔"[29]

علامہ زیلعیؒ نے ان لوگوں کو قتل نہ کرنے کی علت یہ لکھی ہے کہ چونکہ انسان اصلاً معصوم الدم ہے، البتہ اس کی شر سے بچنے کے لئے قتل کی اجازت دی گئی ہے، اور مذکورہ لوگ شر پسند اور نقصان دہ نہیں ہیں لہٰذا ان کی عصمت بر قرار رہے گی۔[30]

یہ اسلامی شریعت کی ایسی خصوصیت ہے جس کی مثال پیش کرنے سے دیگر مذاہب قاصر ہیں کیونکہ عصرِ حاضر میں اس مسلمان کو دہشت گرد اور انتہا پسند سمجھا جاتا ہے جو دین دار ہو اور مذہبی فرائض باقاعدگی سے انجام دیتا ہو جبکہ اسلام نے دیگر مذاہب کے اس طرح کے لوگوں کے قتل سے بھی منع کیا ہے۔

5: مثلہ کرنے، لاشوں کی بے حرمتی اور آگ میں جلانے سے اجتناب:

اسلامی شریعت کی خصوصیات میں سے ایک اہم اور امتیازی وصف اعتدال اور عدل ہے، شریعت نے جہاں شرائط کے ساتھ جنگ کی اجازت دی ہے وہاں شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ جنگ کے نتیجے میں جو غیر مسلم قتل ہو جائیں تو ان کی لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے، اور نہ ان کے کان، ناک وغیرہ اعضاء کاٹے جائیں، کیونکہ یہ انسانیت کی توہین کے زمرے میں آتا ہے۔ ابتداءِ اسلام میں اس کی اجازت تھی کیونکہ کفار مسلمانوں کے لاشوں کی بے حرمتی کیا کرتے تھے، مگر بعد میں رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ قرآن کریم نے قتال کا حکم دیتے ہوئے حدود سے تجاوز کو ناجائز قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"﴿**وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ**﴾"[31]"جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں ان

سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرو، اور حدود سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

حد سے تجاوز کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مثلہ کیا جائے یعنی میت کے کان، ناک اور دیگر اعضاء کاٹ کر اس کی شکل مسخ کی جائے، جس سے منع کرتے ہوئے رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:"ولا تمثلوا"[32] مثلہ نہ کرو۔

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:"رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام ہمیں صدقات کی ترغیب دیا کرتے تھے اور مثلہ کرنے سے ہمیں منع فرمایا کرتے تھے۔"[33]

اسی طرح رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے آگ کے ذریعے جلانے سے بھی منع فرمایا ہے، لہٰذا کفار کو آگ میں جلانا بھی شرعاً ناجائز ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:"رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجتے ہوئے فرمایا: اگر تمہیں فلاں فلاں شخص مل جائے تو انہیں آگ میں جلا دو۔ پھر جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں فلان فلاں کے قتل کا کہا تھا، حالاں کہ آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، لہٰذا اگر تمہیں وہ دونوں مل جائیں تو انہیں قتل کر دو۔"[34]

لہٰذا دشمن کو آگ میں جلانا یا آگ کے ذریعے سزا دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔

6: دشمن کے املاک کو نقصان پہنچانے سے متعلق ہدایات:

جنگ میں شریعت نے بلاوجہ کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی، اور بلا فائدہ کفار کے املاک کو نقصان پہنچانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے پھل دار درخت کو کاٹنے، جانوروں کے پاوں کاٹنے، درختوں کو جلانے جیسے اقدامات کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شام کی طرف افواج روانہ کیں تو انہیں کئی ہدایات دیں جن میں چند یہ ہیں: "کسی پھل دار درخت کو ہرگز نہ کاٹنا، کسی آبادی کو خراب نہ کرنا، بکری اور اونٹنی کے پاوں نہ کاٹنا سوائے اس کے کہ وہ کھانے کے کام آ جائے، کھجور کے درخت کو پانی یا آگ سے ضائع نہ کرنا۔"[35]

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جنگ میں غلہ اور کھجور کی درختوں کو نہیں جلایا جائے گا، اور نہ گھروں کو ڈھایا جائے گا اور نہ ہی پھل دار درخت کو کاٹا جائے گا۔[36]

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ شریعت کا منشا جنگ میں تخریب اور نسل کشی نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد شر اور فساد کو ختم کرنا ہے۔ اسی لئے شریعتِ مطہرہ نے دشمنوں کے املاک کو بلاوجہ ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ درختوں کو کاٹنے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ گھروں کو ڈھانے اور باغات کو برباد کرنے سے کوئی منفعت حاصل ہوتی ہے۔

7: خیانت، کرپشن اور بدعہدی کی ممانعت:

جنگ کے نتیجے میں جب کامیابی حاصل ہو جائے تو اس وقت فاتح لشکر کو مختلف قسم کے اموال مل جاتے ہیں جنہیں شرعی اصطلاح میں مالِ غنیمت کہا جاتا ہے، اس مال کے متعلق بھی شریعت نے بڑی واضح ہدایات دی ہیں اور اس کی تقسیم کا طریقہ کار بھی واضح کیا ہے۔ مالِ غنیمت کے متعلق اسلام نے جو احکام دیے ہیں ان میں ایک اہم اور ضروری حکم یہ ہے کہ جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے اس میں کسی قسم کے ذاتی تصرف کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح دورانِ جنگ یا جنگ سے پہلے اگر کفار کے ساتھ کوئی معاہدہ ہوا ہو تو جب تک کفار اس معاہدے پر قائم رہیں، اس کی خلاف ورزی کرنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ معاہدہ اسلامی تعلیمات اور قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔ قرآن کریم نے سورہ توبہ میں جب کفار اور منافقین کے خلاف کارروائی کا اعلان کیا تو جن کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ تھا ان کا تذکرہ اور ان کو دی گئی مہلت کا بیان اس سورت کے شروع ہی میں ان الفاظ میں کیا:﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ﴾[37]

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام جب کسی شخص کو امیرِ لشکر نامزد کرتے تو اس کو اپنی ذات اور دوستوں کے متعلق تقویٰ کا حکم دیتے۔ اس کے بعد آپ علیہ الصلاۃ والسلام جو اہم امور ارشاد فرماتے، ان میں کچھ یہ ہیں: "اغزوا باسم الله في سبيل الله، وقاتلوا من كفر بالله، لا تغُلّوا، ولا تغدروا، ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا"[38] "اللہ تعالیٰ کا

نام لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑو، جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کے خلاف قتال کرو، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو، دھوکہ نہ دو، مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔"

بدعہدی کی قباحت کا اس سے زیادہ واضح ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کو منافق کی علامت قرار دیا ہے۔[39]

خلاصہ و نتائج بحث:

1: اسلام نے اعلیٰ وارفع مقاصد کی خاطر جنگ کی اجازت اور حکم دیا ہے۔

2: اسلام میں جنگ کا مقصد روئے زمین سے کفار کا خاتمہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کی نسل کشی ہے، اس لئے غیر مقاتلین عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے خلاف جنگ کرنے سے ممانعت کی گئی ہے۔

3: اسلامی شریعت نے جنگ کے لئے واضح حدود اور قیود مقرر کر رکھے ہیں جن کی پابندی مسلمانوں پر لازم ہے۔

4: مذہبی راہنماوں اور عبادت میں مشغول لوگوں کو احترام دیتے ہوئے ان کے قتل کی ممانعت ہے۔

5: دشمن کے املاک کو بلاوجہ نقصان پہنچانے سے اجتناب کیا جائے۔

6: معاہدے کی خلاف ورزی، خیانت اور کرپشن کی اجازت کسی صورت میں نہیں ہے۔

حوالہ جات و حواشی:

---

[1] انجیل متی، 5/39

Matthew, 5/39

[2] أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفى: 276هـ)، المعارف، الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة، ط:2، 1992ء، ص:605

Abu Muhammad Abdullah bin Muslim bin Qutaiba al-Dinuri (died: 276 AH), Al haiah Al-Masriy Al-Gamaa lil-Kutub, Cairo, Vol. 2, 1992, p. 605

[3] الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة، سنن الترمذي، دار الغرب الإسلامي، بيروت، 1998ء، أبواب الإيمان، رقم: 2627، ج:4، ص:313

Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa bin Sawrah, Sunan al-Tirmidhi, Dar al-Gharb al-Islami, Beirut, 1998, Chapters of Faith, Number: 2627, Volume: 4, Page: 313

[4] **الشاطبی، ابراهیم بن موسی، الموافقات، دار ابن عفان، ط:1، 1997ء، ج:1، ص:374**

Al-Shatabi, Ibrahim bin Musa al-Gharnati (died: 790 AH), Al-Mufaqafat, Dar Ibn Affan, Edition. 1st, 1997, vol. 1, p. 374.

[5] ابن أمیر الحاج، محمد بن محمد (المتوفى:879ھ)، التقریر والتحریر، دار الفکر، بیروت،1996ء،ج:2،ص:137

Ibn Amir al-Hajj, Muhammad bin Muhammad (died: 879 AH), Al-Tharmat al-Tahrir, Dar al-Fikr, Beirut, 1996, vol.2, p.137

[6] الحج(22):40

Al Hajj: 40

[7] **الأنفال(8): 60**

Al anfal: 60

[8] کاندھلویؒ، مولانا ادریس، تفسیر معارف القرآن، مکتبۃ المعارف شہداد پور ،سندھ، 1422ھ،ج:3،ص:351

Kandhalvi, Maulana Idris, Tafsir Maarif al-Qur'an, Maktab al-Ma'arif, Shahdadpur , Sindh, 1422 AH, vol.3, p.351

[9] **السرخسي، محمد بن أحمد، المبسوط، دار المعرفة، بيروت، 1993ء، ج:10، ص:3**

Al-Sarakhsi, Muhammad bin Ahmad Shams al-Aymah (died: 483 AH), Al-Mabusut, Dar al-Marafah, Beirut, 1993, vol.10, p.3.

[10] **البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، مصر، ط:1، 1422ھـ، کتاب الجهاد والسير، رقم الحدیث: 2810، ج:4، ص: 20**

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih al-Bukhari, Dar Tawq al-Najat, Egypt, 1422 AH, Kitab al-Jihad wal-Seer, Number of Hadith: 2810, Vol. 4, P. 20

[11] النساء(4):93

Al Nisa: 93

[12] **مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم:161، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1/ 98**

Muslim bin al-Hajjaj, Sahih Muslim, Kitab al-Iman, Volume: 161, Dar Ihyaya al-Turath al-Arabi, Beirut, 1/98

[13] **أبوداود سليمان بن الاشعث السِّجِسْتاني، سنن ابی داود، المكتبة العصرية، بيروت، کتاب الجهاد، رقم الحدیث: 2643، 3/ 45**

Abu Dawud Sulaiman bin Al-Shaath al-Sijistani (died: 275 AH), Sunan Abi Dawud, Al-Maqabah al-Asriyah, Beirut, Kitab al-Jihad, Hadith Number: 2643, 3/45

[14] النساء،(5)،94

Al-Nisa, (5), 94

[15] **الطبري، محمد بن جرير** (المتوفى: **310**هـ)، **جامع البيان في تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط:1، 2000ء، ج:9، ص:70**

Al-Tabari, Muhammad bin Jarir (died: 310 AH), Jami al-Al-Bayan fi Ta'weel al-Qur'an, Al-Risalah Foundation, Beirut, vol. 1, 2000, vol. 9, p. 70.

[16] **أبو داود، سنن أبي داود، المكتبة العصرية، بيروت، كتاب السنة، رقم الحديث: 4607**

Abu Dawood, Sunan Abi Dawood, Al-Maqabah al-Asriyah, Beirut, Kitab al-Sunnah, Number of Hadith: 4607

[17] **ابن تيمية، تقي الدين أحمد بن عبد الحليم** (المتوفى: **728**هـ)، **مجموع الفتاوى، مجمع الملك فهد، المدينة النبوية، 1995ء، ج:35، ص:16**

Ibn Taymiyyah, Taqi al-Din Ahmad bin Abd al-Haleem (died: 728 A.H.), Mu'jam al-Fatawi, Majma al-Mulk Fahd, Madinah al-Nabawiyya, 1995, vol.35, p.16

[18] **ابن أبي شيبة عبد الله بن محمد** (المتوفي سنة **235** هـ)، **الْمصنف في الأحاديث والآثار، دار القبلة، بيروت، كتاب الجهاد، رقم: 33787، ج:17، ص:571**

Ibn Abi Shaiba Abd Allah Ibn Muhammad (died 235 AH), Al-Musnaf fi al-Ahadith and Al-Athar, Dar al-Qibla, Beirut, Kitab al-Jihad, Number: 33787, Volume: 17, P: 571

[19] **الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة، الجامع الكبير، دار الغرب الإسلامي، بيروت، 1998ء، ابواب السیر، رقم الحدیث: 1569، ج: 3، ص:189**

Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa bin Sawra, Al-Jaami al-Kabir, Dar al-Gharb al-Islami, Beirut, 1998, Abub al-Sir, Hadith Number: 1569, Volume: 3, P: 189

[20] سنن أبي داود، کتاب الجهاد، رقم الحديث:2614،ج:3،ص:38

Sunan Abi Dawud, Kitab al-Jihad, Hadith Number: 2614, Volume: 3, Page: 38

[21]ابن أبي شيبة عبد الله بن محمد، الْمصنف في الأحاديث والآثار، ت: محمد عوامة، دار القبلة، كتاب السير، رقم الحدیث: **33792**، ج:**17**، ص:**574**

Ibn Abi Shaybah Abd Allah Ibn Muhammad, Al-Musnaf fi Ahaadeeth wal Attar, T: Muhammad Awama, Dar Qibla, Kitab al-Seer, Number of Hadith: 33792, Volume: 17, P: 574

[22]الُمصنف في الأحاديث والآثار، رقم الحديث:33802،ج:17،ص:578

Al-Musnaf fi Ahaadeeth wal Attar, Number of Hadith: 33792, Volume: 17, P: 578

[23]ابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي(681ھ-)، فتح القدير، ج:12، ص:412

Ibn al-Hammam, Kamal al-Din Muhammad bin Abd al-Wahed al-Siwasi (681 AH), Fateh al-Qadir, vol. 12, p. 412.

[24]الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع، دار الكتب العلمية، ط:1986،2ء، ج:7، ص:101

Al-Kasani, Ala-ud-Din, Abu Bakr bin Masoud bin Ahmad, Bada'i al-Sana'i, Dar al-Kutub al-Al-Alamiya, Vol. 2, 1986, vol. 7, p. 101.

[25]الزيلعي، فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق، دار الكتاب الإسلامي، القاهرة، 1313ھ-، ج:3، ص:245

Al-Zailee, Fakhr al-Din Uthman bin Ali, Tabeen al-Haqayq, Dar al-Kitab al-Islami, Cairo, 1313 AH, vol.3, p.245

[26]بدائع الصنائع، ج:**7**، ص:**101**

Bada'i al-Sana'i, , Vol. 2, 1986, vol. 7, p. 101.

[27]غازی، ڈاکٹر محمود احمد، اسلام کا قانون بین الممالک، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ط:2، 20014ء، ص:378

Ghazi, Dr. Mahmood Ahmad, Islam ka qanoon bain al Mumalik, Sharia Academy, Islamabad, vol.2, 20014, p.378

[28]الُمصنف في الأحاديث والآثار، كتاب السير، رقم الحديث:33799، ج:17، ص:577

Al-Musnaf fi al-Ahadith and Al-Ataar, Kitab Al-Seer, Number of Hadith: 33799, Volume: 17, P: 577

[29] بدائع الصنائع، ج:**7**، ص:**101**

Bada'i al-Sana'i, , Vol. 2, 1986, vol. 7, p. 101.

[30]الزيلعي، فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق، دار الكتاب الإسلامي، القاهرة، 1313ھ-، ج:3، ص:245

Al-Zailee, Fakhr al-Din Uthman bin Ali, Tabeen al-Haqayq, Dar al-Kitab al-Islami, Cairo, 1313 AH, vol.3, p.245

[31]البقرة:190

Al Baqarah: 190

[32]سنن الترمذي، أبواب الديات، رقم الحديث: **1408**، ج:**3**، ص:**75**

Sunan Al-Tirmidhi, Chapters of Al-Diyat, Hadith Volume: 1408, Volume: 3, Page: 75

[33]سنن أبي داود، كتاب الجهاد، رقم الحديث: **2667**، ج:**3**، ص:**53**

Sunan Abi Dawud, Kitab al-Jihad, Hadith Number: 2667, Vol.3, P.53

[34]صحيح البخاري،كتاب الجهاد والسير ، رقم الحديث: **3106**، ج:**4**، ص:**61**

Sahih al-Bukhari, Kitab al-Jihad and Seer, Number of Hadith: 3106, Volume: 4, Page: 61

[35]المُصنف في الأحاديث والآثار، كتاب السير، رقم الحديث:33793،ج:17،ص:575

Al-Musnaf fi al-Ahadith and Al-Ataar, Kitab al-Seer, Number of Hadith: 33793, Volume: 17, P: 575

[36]نفسِ مصدر،ج:17،ص:575

Ibid: Vol:17, P: 575

[37]التوبۃ(9):1،2

Al Tobah: 1,2

[38]الإسفرَاييِنيّ، ابوعَوانة يَعقُوب بن اسحَاق، المسنَد الصَّحيح المُخَرّج عَلى صَحِيح مُسلم، الجَامعَة الإسلاميَّة، المملَكة الْعَرَبِيَّة السَّعُودية، ط:**1**، **2014**ء، كتاب الجهاد، رقم الحديث:**6949**، ج: **14**، ص:**143**

Al-Isfarayini, Abu Awanah Yaqoob bin Ishaq, Al-Musnad al-Sahih al-Mukherij ali Sahih Muslim, Al-Jami'ah al-Islamiyya, Al-Mamlakkah al-Arabiyya al-Saudiya, Vol.14, P:143

[39]صحيح البخاري، كتاب الايمان، رقم الحديث:33،ج:1،ص:61.

Sahih Al-Bukhari, Kitab al-Iman, Number of Hadith: 33, Volume: 1, Page: 61.